مالی قربانی کے جاری مضمون کا مزید بیان نیز کارکنان جلسہ سالانہ برطانیہ و ضروری ہدایات

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ار جولائی ۱۹۸۷ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کی:۔

وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۹﴾
قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ
وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۴۰﴾

(سبا: ۳۹-۴۰)

اور فرمایا:

گزشتہ خطبہ جمعہ میں میں نے جن آیات کی تلاوت کی تھی ان میں آخری دو آیات پر گفتگو ابھی باقی تھی کہ خطبہ وقت کی مناسبت کے لحاظ سے ختم کرنا پڑا۔ اس لئے انہی دو آیات کی تلاوت آج میں نے پھر دوبارہ کی ہے کیونکہ ان سے متعلق مضمون کے تسلسل میں جو پہلے بیان ہو چکا ہے کچھ باتیں بیان کرنا باقی ہیں۔ پہلی آیت ان دو میں سے ہے وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ کہ یقیناً وہی لوگ جو اس بات کی بہت سعی کرتے ہیں، کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح ہمارے نشانات کو ناکام کر دکھائیں اور عاجز کر دکھائیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو یقیناً عذاب میں حاضر کئے جائیں گے۔ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ

مِنۡ عِبَادِهٖ تو یہ اعلان کر دے کہ میرا رب جس کا چاہے رزق کو وسیع فرما دیتا ہے اپنے بندوں میں سے وَيَقۡدِرُ لَهٗ اور اسی طرح بعض اوقات رزق کو تنگ بھی کر دیتا ہے۔ وَمَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اور جو کچھ بھی تم خرچ کرتے ہو فَهُوَ يُخۡلِفُهٗ اللہ اس کے ساتھ اخلاف کا معاملہ فرماتا ہے، یہ اخلاف کیا چیز ہے اس کے متعلق میں جب اس آیت کی تشریح کروں گا تو بتاؤں گا۔ وَهُوَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔

میں نے بیان کیا تھا کہ پہلی آیت جس میں عذاب کی بات کی گئی ہے اس کا تعلق کفار کے اس دعویٰ سے ہے جو اس سے پہلی آیت میں (جو شروع میں میں نے تلاوت کی تھی) خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا وَّمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِيۡنَ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کفار یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ ہم ہرگز عذاب نہیں دیئے جائیں گے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یقیناً وہ لوگ جو غیر معمولی جدوجہد کرتے ہیں خدا تعالیٰ کی آیات کو ناکام بنانے کی وہ ضرور عذاب دیئے جائیں گے۔

یہاں خاص طور پر قابل ذکر بات یہ ہے کہ صرف ان لوگوں کا ذکر فرمایا گیا ہے عذاب کے لئے جو ائمۃ التکفیر ہیں وَالَّذِيۡنَ يَسۡعَوۡنَ کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے، وہ لوگ جو غیر معمولی کوشش کرتے، جدوجہد کرتے ہیں دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ان لوگوں کا پیچھا نہیں چھوڑ رہے، دنیا میں جہاں بھی جائیں گے ہم پیچھے پیچھے پہنچیں گے، یہ وہ نقشہ ہے جو قرآن کریم نے وَيَسۡعَوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ (المائدہ:۶۵) کا بیان فرمایا ہے۔

تو سوال یہ ہے کہ ان کو تو عذاب دیا جائے گا مگر وہ ساری قوم جو ان کے ساتھ شامل ہے اس کے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟ دعویٰ کرنے والوں نے تو یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا اور اس ''ہم'' میں گویا وہ ساری قوم شامل تھی جو ان کے ساتھ متفق تھی، جو کسی نہ کسی رنگ میں مخالفت کر رہی تھی خواہ اس تیزی اور شدت کے ساتھ نہ کر رہی ہو لیکن قرآن کریم نے ساری قوم کے عذاب کا یہاں ذکر نہیں فرمایا بلکہ چیدہ چیدہ مخالفوں کے لیڈروں کو عذاب دینے کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اتنی وسیع ہے کہ بسا اوقات ایسا ممکن ہے کہ ایک شخص لاعلمی میں مخالفت کر رہا ہو لیکن اس کی مخالفت میں کوئی غیر معمولی کوشش نہ ہو۔ یہ مخالفت ایک قسم کی خاموش مخالفت ہے لیکن بالا رادہ شرارت سے عاری ہے۔ ایسے شخص کے متعلق قطعی طور پر یہ کہہ دینا کہ یہ بھی

ضرور عذاب میں مبتلا کیا جائے گا یہ درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت کا سلوک فرماتا ہے اور اس آیت سے ان کے دعویٰ کی تشریح فرما دی کہ ہاں جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ تم عذاب نہیں دیئے جاؤ گے جو شرارت کے لیڈر رہو ہم یقین دلاتے ہیں کہ تمہیں ضرور عذاب دیا جائے گا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ تمہاری شرارتوں کی وجہ سے ساری قوم کو عذاب دیا جائے اس کے متعلق ہم قطعی وعدہ نہیں کرتے، قطعی وعید نہیں دیتے۔ اس میں ایک امید کی کھڑکی بھی کھول دی گئی ہے۔ یہ امکان روشن ہو جاتا ہے کہ باقی قوم کسی وقت ہدایت پا جائے۔ ائمۃ الکفیر کے مقدر میں ہدایت نہیں رہتی۔ جو شرارت میں بہت بڑھ جاتے ہیں اور بالا رادہ جھوٹ سے کام لیتے ہیں، افترا سے کام لیتے ہیں ان کی فطرتیں ایسی زنگ آلود ہو جاتی ہیں کہ ان کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کو میں اپنی بخشش سے باہر نکال رہا ہوں، انہی کا ذکر فرمایا گیا۔ باقی قوم کے متعلق اس آیت نے امید کی کھڑکی کھول دی کہ ان کو کیوں ہم عذاب دیں ان میں بہت شریف النفس لوگ بھی ہیں، لاعلم ہیں سادہ مزاج ہیں، تمہاری جھوٹی باتوں میں آگئے ہیں وقتی طور پر لیکن ہمیشہ تمہارے نہیں رہیں گے اور عین ممکن ہے کہ وہ توبہ کریں اور استغفار کریں اور تمہارا ساتھ چھوڑ کر میرے بھیجے ہوئے محمد مصطفی ﷺ کے غلاموں میں شامل ہو جائیں۔

پس ہم دیکھتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد یہی واقعہ رونما ہوتا ہے۔ کثرت کے ساتھ وہ لوگ جو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ائمۃ الکفیر کے پیچھے لگ گئے تھے لیکن ان کی فطرت میں کجی اور شرارت نہیں تھی ان کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا، ان کو ہدایت عطا فرمائی یہاں تک کے ان بڑے بڑے لیڈروں کی اپنی اولاد میں سے بھی جو سعید فطرت تھے ان کو بھی خدا تعالیٰ نے ہدایت بخشی۔

جہاں قوم کے لئے بالعموم یہ آیت خوشخبری کا رنگ رکھتی ہے وہاں قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت پر بھی دلالت کرتی ہے۔ وہاں یہ بھی بتاتی ہے کہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے ورنہ عام انسان جب اس قسم کا کلام بنائے، عام ہو یا خاص ہو، وہ اس بات کو پیش نظر رکھے گا کہ دشمن کہتا ہے کہ ہمیں عذاب نہ دیا جائے گا۔ میرا جواب یہ ہوگا کہ تمہیں دوہرا عذاب دیا جائے لیکن یہ امکان باقی نہیں رکھتا انسان عقلاً کہ تم میں سے جو نسبتاً کم شریر ہیں جو بالا رادہ شامل نہیں ہوئے ان کو چھوڑ دیا جائے گا یہ

انسانی فطرت میں خود بخود پیدا ہونے والا خیال نہیں ہے۔ یہ عالم الغیب ہستی کی جو باہر سے پیغام دے رہی ہے، جو مستقبل پر بھی نظر رکھتی ہے، انسان کی کمزوریوں پر بھی نظر رکھتی ہے، یہ اسی کا جواب ہے۔ اس لئے طرز کلام بتا رہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اسی طرح اگلی آیت میں قرآن کریم نے ایک ایسی بات کو دہرایا ہے جو پہلے بھی بیان فرما چکا ہے۔ جب کفار کا یہ دعویٰ قرآن کریم نے پیش فرمایا وَقَالُوا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا (سبا: ۳۵)

وہ کہتے ہیں کہ ہم تم سے اموال میں بھی زیادہ ہیں اور نفری میں بھی زیادہ ہیں۔ ان کو جواب دے۔ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ کہہ دے کہ میرا رب رزق کو کشادہ فرماتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے۔ وَيَقْدِرُ اور تنگ بھی کر دیتا ہے۔ یہ جواب تو دیا جا چکا تھا لیکن اس کے معاً بعد پھر خدا تعالیٰ اسی مضمون کی تکرار فرما رہا ہے۔ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ اے محمد! (گویا یہ بیچ میں حذف ہے کہ پھر یہ اعلان کرو) دوبارہ یہ اعلان کر دو کہ میرا رب ہی ہے جو رزق کو کشادہ فرماتا ہے لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ان کے لئے جو اس کے بندے ہیں۔ ان میں سے بعض کے لئے وہ رزق کو کشادہ فرماتا ہے۔

یہاں عِبَادِهٖ کا لفظ بڑھا دیا گیا ہے جو پہلی آیت میں موجود نہیں اور عِبَادِهٖ کے دو معانی ہیں۔ ایک عبد بالعموم یہ معنی رکھتا ہے کہ ہر وہ انسان جو خدا کا پیدا کردہ ہے خواہ وہ کسی قوم، نسل، مذہب سے تعلق رکھتا ہو وہ عبد ہے۔ ان معنوں میں عبد کا لفظ عام ہے اور عبد کا ایک معنی ہے خدا تعالیٰ کا خاص بندہ جو عبادت کرنے والا ہو اور عبادت کے ذریعے گویا وہ دوبارہ خدا کا بالا راہ عبد بن گیا ہو۔ پہلی عبودیت میں تو اس کا اختیار کوئی نہیں تھا۔ خدا نے اُسے عبد بنا دیا وہ عبد بن گیا لیکن دوسری عبودیت کی منزل خود بالا رادہ طے کرنی پڑتی ہے۔ مِنْ عِبَادِهٖ یہاں رکھ کر اس کے دونوں پہلوؤں کے متعلق اس آیت میں گفتگو فرمائی۔ جو خدا کے خالص بندے ہیں ان کے لئے يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ کا مضمون صادق آنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اعلان کر کہ خدا ہر حال میں ہمیشہ دستور کے مطابق رزق کو بڑھاتا بھی ہے اور کم بھی کرتا ہے مگر اس موقع پر خدا جن عباد کو اپنا خاص عباد سمجھے گا ان کے لئے رزق بڑھا دے گا، جن عباد کو اپنا عبد نہیں سمجھے گا یعنی فی الحقیقت اور اعلیٰ معنی کے اعتبار سے ان کا رزق کم بھی کر سکتا ہے۔ وہ گویا یہ پیشگوئی تھی کہ اب اقتصادی حالات بھی تبدیل کر

دیئے جائیں گے۔ انہیں اپنی بڑائی کا دعویٰ تھا اور زعم یہ تھا کہ چونکہ ہمیں مالی برتری حاصل ہے اس لئے ہم حق رکھتے ہیں کہ ان ایمان لانے والوں کی مخالفت کریں اور انہیں ہر طرح سے اذیت پہنچائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اعلان دوبارہ کر کہ خدا کی طاقت میں ہے اپنے جن بندوں سے چاہے گا عطا کا سلوک فرمائے گا اور اُن کے رزق میں غیر معمولی برکت بخشے گا اور جن بندوں سے چاہے گا ان سے دوسرا معاملہ کرے گا یَقْدِرُ لَهٗ ان کا رزق تنگ کر دے گا۔ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ کہہ کر اس مضمون کو کھول دیا کہ جن کا رزق بڑھانا ہے وہ کون لوگ ہیں؟ وہ لوگ ہیں جو خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے ہیں یعنی تبدیلی جو آنے والی ہے اب یہ بلا وجہ نہیں ہوگی۔ ان لوگوں کے رزق میں برکت ڈالی جائے گی جو خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے ہیں، جو خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے رکنے والے ہیں ان کے لئے خدا دوسری تقدیر جاری کرے گا جسے یَقْدِرُ لَهٗ کے لفظ کے تابع بیان فرمایا گیا ہے۔

چنانچہ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ کا مضمون فرمایا کہ ان کے ساتھ یہ معاملہ کیا جائے گا۔ اب یُخْلِفُهٗ سے کیا مراد ہے؟ یہ لفظ بہت دلچسپ ہے۔ تین بنیادی حروف اس کا مادہ ہیں: خ، ل اور ف۔ یہ جو ہم لفظ خلاف استعمال کرتے ہیں یہ بھی اسی سے نکلا ہے، مخالفت بھی اسی سے نکلا ہے اور خلیفہ بھی اسی سے نکلا ہے، وارث ہونا بھی اسی لفظ سے نکلا ہے حالانکہ بظاہر ان دونوں معنوں میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ مخالفت اور وارث ہونے میں تو کوئی نسبت نظر نہیں آتی لیکن عربی زبان کے اندر بعض بہت ہی لطیف حکمتیں ہیں۔ اس وقت ان کی بحث کا موقع نہیں صرف اتنا بتانا کافی ہے کہ اس لفظ میں دونوں معنی پائے جاتے ہیں۔

جب یہ لفظ نباتات کے متعلق بولا جاتا ہے مثلاً درخت کے متعلق تو عجیب بات ہے کہ بظاہر یہ باب لازم کو متعدی بنانے والا ہے لیکن اس موقع پر یہ لازم کا مضمون اپنے اندر رکھتا ہے اور جب خدا تعالیٰ اس کا فاعل ہو تو پھر یہی لفظ متعدی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً پہلے تو آپ میں سے بہت سے ایسے ہوں گے جنہیں لازم اور متعدی کی اصطلاح معلوم نہ ہو اس لئے میں ان کو سمجھا کر بتاتا ہوں۔

لازم اس فعل کو کہتے ہیں جو کہ نتیجے میں کوئی مفعول ظاہر نہ ہو۔ فعل تو صادر ہوا ہے لیکن کسی اور وجود پر ظاہر نہیں ہوا مثلاً آپ کہتے ہیں میں ہنسا۔ آپ ہنسے، آپ کا یہ فعل کسی دوسرے کو متاثر نہیں

کر گیا، آپ کی ہنسی آپ کے ماحول پر ظاہر نہیں ہوئی، اس کے نتیجے میں آپ کے گردو پیش کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی، آپ کے اندر ایک تبدیلی پیدا ہوئی ہے اندرونی طور پر۔ اس لئے ایسے فعل کو جس کے نتیجے میں ایک انسان کا فعل اس کی ذات کو متاثر کرے لیکن دوسری ذات کو وہ متاثر نہ کرے اُسے لازم کہتے ہیں۔ میں اٹھا۔ آپ اٹھے آپ کے اندر تبدیلی ضرور ہوئی ہے کیونکہ فعل کا مطلب ہی یہی ہے کہ کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہے لیکن کسی اور وجود پر اس تبدیلی نے اثر پیدا نہیں کیا لیکن ہم جب اردو میں ایک ''الف'' کی زیادتی کرتے ہیں بیچ میں تو ہم کہتے ہیں ہنسایا، اٹھایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نہیں ہنسا یعنی ہوسکتا ہے کہ ہنسا ہو لیکن اپنے ہنسنے کی کوئی بات نہیں ہو رہی، میں نے دوسرے کو ہنسایا ہے، میں اپنے اٹھنے کی بات نہیں کر رہا میں نے دوسرے کا اٹھایا تو ایک ''الف'' نے اس لازم کو متعدی بنا دیا۔ اسی طرح عربی زبان میں باب افعال بھی ایک الف کو زائد کرتا ہے لیکن آغاز میں زائد کرتا ہے اور لازم افعال کو متعدی میں تبدیل کر دیتا ہے لیکن اس لفظ میں خاص دلچسپ بات یہ ہے کہ باب افعال میں جا کر بھی بعض صورتوں میں یہ لازم رہتا ہے اور بعض صورتوں میں متعدی بن جاتا ہے مثلاً عرب کہتے ہیں اَخْلَفَ الشَّجَرُ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ درخت نے پت جھڑ کے بعد نئی شاخیں نکالیں جب کہ وہ بالکل بے رونق ہو چکا تھا اس میں کچھ بھی باقی نہیں رہا تھا اور جب عرب دعا دیتا ہے کسی کو اخلفک اللہ تو مراد یہ ہوتی ہے کہ تیرا ضائع شدہ مال خدا تجھے واپس کر دے، جو کچھ تیرے ہاتھ سے جا چکا ہے تجھے پھر اللہ تعالیٰ عطا فرما دے تو یہاں متعدی کے معنوں میں استعمال ہو رہا ہے۔

ایک ہی جگہ قرآن کریم میں ان معنوں میں خدا تعالیٰ نے یہ لفظ رزق کے بڑھانے کے لئے استعمال فرمایا ہے اور وہ یہ جگہ ہے۔ فرماتا ہے۔ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُهٗ نقشہ یہ کھینچا ہوا ہے کہ خدا کی راہ میں کچھ ایسے بندے جن کو غیر یہ طعنہ دیتے ہیں کہ تمہارے پاس کچھ بھی نہیں، ہم مالدار ہیں تمہارے پاس کچھ نہیں اور اس وجہ سے ان کی مخالفت کرتے ہیں لیکن وہ ایسے جنونی بندے ہیں کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ بھی خرچ کر ڈالتے ہیں خدا کی راہ، میں اسے بھی اپنا نہیں رہنے دیتے اور تو بسا اوقات ان کو دیکھے گا کہ ایک پت جھڑ کا سا سماں اپنے ذاتی اموال کے معاملے میں ان کے اندر ظاہر ہوتا ہے اور جو کچھ ہوتا ہے وہ سب جھاڑ کر اپنی ساری رونق اپنے ہاتھ سے فنا کر دیتے ہیں۔ ان میں تو یہ طاقت نہیں کہ وہ دوبارہ نشو ونما پائیں، ان میں بسا اوقات استطاعت نہیں رہتی کہ

وہ پھر پھولیں پھلیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے ذمے لیتا ہوں اور اے محمد! یہ اعلان کردے کہ میرا رب ہے جو تجھ سے وعدہ کرتا ہے۔ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ تمہیں اس طرح بارونق کر دے گا، وہ اس طرح تمہیں نشوونما بخشے گا، اک سے ہزار کرے گا، بابرگ وبار کرے گا جس طرح خزاں رسیدہ درخت کے اوپر دوبارہ بہار آجایا کرتی ہے۔

تو ان مومنوں کے لئے جن کو پہلے یہ طعنہ ملا تھا کہ تمہارے پاس کچھ نہیں ہے ان کے متعلق یہ نقشہ کھینچنا آخر پر کتنا حیرت انگیز، کتنا حسین مضمون ہے اور پھر یہ تکرار بتا رہی ہے، یہ خدا کا کلام ہے۔ ایسی فصاحت و بلاغت ہے اس تکرار میں کہ انسان تعجب سے اس کو دیکھتا ہے۔ یہ وہی آیت ہے جس میں بالاخانوں کا مضمون بیان ہوا ہے اور بالاخانے کی جنت کے مضمون میں ہی تکرار پائی جاتی ہے۔ ایک عمارت بنی اس کے اوپر پھر ایک اور عمارت تعمیر ہوئی اور یہ ساری آیت یہی نقشہ پیش کر رہی ہے اس طرح۔ پہلے فرما دیا ہے کہ انہیں خوب عطا کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ میں رزق دینا ہے، اس کے ہاتھ میں رزق کو تنگ کرنا ہے، یہ کس خدا کے بندوں کو چیلنج کر رہا ہے، یہ پہلے مضمون بیان ہو چکا ہے۔ تکرار میں یہ بتایا کہ بار بار خدا ان سے یہ سلوک کرے گا اور اس تکرار میں جو نئی باتیں پیدا کر دیں اس کے نتیجے میں یہ اعتراض بھی وارد نہیں ہو سکتا ہے کہ بے وجہ تکرار ہے۔ اگر وہ مضمون کسی کو سمجھ نہ بھی آئے تب بھی یہ تکرار اس قسم کی تکرار نہیں کہ بعینہٖ ایک بات دہرائی جا رہی ہو بلکہ جب وہ دہرائی جا رہی ہے تو اس میں ایک نئی شان پیدا کی جا رہی ہے، دہرائی جا رہی ہے تو اس میں ایک نئے حسن کا اضافہ کیا جا رہا ہے۔ اس پہلو سے یہ آیات خدا کی راہ میں خرچ کرنے والوں کے لئے ایک انتہائی عظیم الشان خوشخبری رکھتی ہیں۔ ایسی خوشخبری جس میں خدا تعالیٰ کے پیار کا بھی اظہار ہے بار بار اور بڑے ہی لطیف رنگ میں پیار کا اظہار فرمایا گیا ہے۔

گزشتہ جمعہ پہ چونکہ میں نے یہ مضمون بیان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جماعت کو نہایت تنگی کے حالات میں بھی غیر معمولی قربانی کی توفیق بخشی ہے اس لئے ان آیات کا مجھے خیال آیا کہ نہایت مناسب ہوگا کہ انہی آیات کو اس خطبہ کا عنوان بنایا جائے اور کیونکہ آخر تان اس آیت پر ٹوٹنی تھی، بات یہاں پہنچ کر مکمل ہونی تھی جو پہلے نہیں ہو سکی اس لئے میں نے دوبارہ آج اسی مضمون کو لیا ہے۔

ایک آدمی نہیں، دو نہیں، تین نہیں بیسیوں ایسے خطوط مجھے انہی دنوں میں ملے جن میں یہ ذکر

تھا کہ ہمارے پاس یہ رقم باقی رہ گئی تھی جو سرمائے کے لئے تھی ، ہمارے پاس یہ رقم باقی رہ گئی تھی جو فلاں کام کے لئے رکھی ہوئی تھی ، ہمارے پاس یہ رقم باقی رہ گئی تھی جو فلاں کام کے لئے رکھی ہوئی تھی ، ہمیں پیغام ملا کہ سال ختم ہو رہا ہے اور کوئی اور ذریعہ نہیں ، ہم نے ساری کی ساری خدا کے حضور پیش کر دی اور اس لئے نہیں ہم بتا رہے کہ کوئی اس سے ہماری انانیت کو تسکین ملے گی یا ریا کاری مراد ہے بلکہ آپ کی ہدایت ہے کہ مجھے اطلاع دیا کرو تا کہ دعا کی تحریک پیدا ہو اور ان خطوط کے بعد جو انتظامیہ کے خطوط ملنے شروع ہوئے ، بعد میں ملنے شروع ہوئے ، اب بھی مل رہے ہیں ان میں بھی حیرت انگیز قربانیوں کا ذکر ملتا ہے۔

تو بظاہر تو وہ لوگ خود یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ ہم بالکل خالی ہاتھ رہ گئے ہیں۔ پورا خزاں کا سامنظر ہے جو کچھ پتے ہمارے پاس رہ گئے تھے باقی جو کچھ پھول نظر آتے تھے وہ سب ختم ہو گئے لیکن خدا تعالیٰ ان کو یہ خوشخبری دے رہا ہے۔ وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَهُوَ يُخۡلِفُهٗ تم نے اپنی طرف سے تو کمال کر دیا ہے سب کچھ جھاڑ بیٹھے **لیکن تم دیکھتے نہیں کہ وہ خدا جو عام دنیا میں درختوں سے یہ سلوک فرماتا ہے کہ جب وہ سب کچھ جھاڑ بیٹھتے ہیں تو اتنا نہیں ان سے بڑھ کر ان کو عطا کیا کرتا ہے۔ اپنے خاص بندوں سے اور محمد مصطفی ﷺ کے غلاموں سے وہ کیوں ایسا سلوک نہیں فرمائے گا۔** اس لئے تمہاری لئے کسی قسم کی مایوسی کا کوئی جواز باقی نہیں۔

یہ تو وہ مضمون تھا جو گزشتہ خطبے میں بیان سے رہ گیا تھا۔ آج کے خطبہ کے لئے جیسا کے عموماً جلسے کے قرب پر رواج ہے اور ایک اچھی رسم بن چکی ہے جو فائدہ مند ہے کہ **جلسے سے متعلق، آنے والے مہمانوں سے متعلق اور میزبانوں سے متعلق کچھ ہدایات دی جاتی ہیں** اور ہدایات تو وہی ہیں جو گزشتہ سالوں میں بھی دی جا چکی ہیں لیکن فَذَكِّرۡ اِنۡ نَّفَعَتِ الذِّكۡرٰى (الاعلیٰ: ۱۰) کے ارشاد کے تابع نصیحت کو بار بار دہرانا پڑتا ہے تا کہ جو لوگ بھول چکے ہوں ان کو یاد کروایا جائے۔

اس وقت تک جو انتظامات ہیں ان کے ڈھانچے آخری شکل میں مکمل ہو چکے ہیں لیکن مکمل کہنا درست نہیں کیونکہ میرے ذہن میں ایک دو باتیں ہیں جن کی روشنی میں کچھ ان میں اضافہ بھی کرنا پڑے گا۔ بہر حال اب تک جس حد تک بھی منتظمین کی سوچ تھی انہوں نے اپنے ڈھانچے مکمل کر لئے ہیں اور ڈیوٹیاں تقسیم کر دی گئی ہیں۔

چونکہ یورپ میں اور پاکستان کے علاوہ اور ہندوستان کے علاوہ دیگر ممالک میں جلسہ سالانہ کے متعلق ویسی تربیت نہیں دی جاتی رہی جو ہمیشہ سے جماعت احمدیہ کے ان کارکنان کو ملتی ہے جو قادیان میں جلسے کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں یا ربوہ میں آ کر یہاں کے جلسے سے متعلق رہے ہیں۔ اس لئے میری گزشتہ چند سالوں میں یہی کوشش رہی ہے کہ رفتہ رفتہ بیرونی انتظامی ڈھانچوں کو بھی مرکزی انتظامی ڈھانچوں کے عین مطابق کر دیا جائے اور ویسی ہی تربیت دی جائے بیرونی کارکنان کو جیسی مرکز میں ہمیں ملتی رہی۔ اس سے ایک عالمی یک جہتی پیدا ہوگی اور دوسرے اس نظام میں عام دنیا کے نظام سے ایک فرق بھی ہے۔ غیر معمولی طور پر اخلاقی پہلوؤں پر وہاں زور دیا جاتا ہے جو عام دنیا کے انتظامات میں نہیں دیا جاتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ مزاج بھی وہی رہے انتظام کا جو ہمیشہ سے روایۃً مرکز کا مزاج چلا آ رہا ہے۔

اس پہلو سے پہلی میری نصیحت تو یہ ہوگی کہ انتظامیہ میں اس بات کو داخل کریں کہ تربیت کا ناظم بھی موجود ہو۔ یہ قادیان میں بھی ہوا کرتا تھا ربوہ میں بھی ہوتا تھا، میں خود بھی لمبے عرصے تک رہا ہوں۔ بعض دفعہ مہمان نوازی کے شعبے سے اس کو منسلک کر دیا جاتا تھا، الحاق کر دیا جاتا تھا اس کا، بعض دفعہ الگ رکھا جاتا تھا مگر بہر حال ایک الگ ناظم تربیت موجود ہوتا تھا جو میں سمجھتا ہوں جہاں تک مجھے یاد ہے یہاں کے انتظام میں شامل نہیں ہے۔ اس لئے ایک ناظم تربیت بنایا جائے جو نوجوان نسلوں کی تربیت کے لئے اپنے ساتھ ایک با اثر نسبتاً معمر دوستوں کی ٹیم بنائے اور عموماً ناظم تربیت معمر لوگوں میں سے ہی چنا جاتا ہے جب ایسا ہو تو جو افسر مہمان نوازی ہے اس کو چونکہ زیادہ تجربہ ہوتا ہے اس کے ساتھ اس کو ملحق کر دیتے ہیں اور اگر خود وہ تجربہ کار ہو تو پھر آزاد بھی رکھ دیا جاتا ہے۔ بہر حال یہاں بہتر ہے کہ ہمارے امام صاحب ہیں ان کے ساتھ اس شعبے کو ملحق کر دیا جائے تا کہ براہ راست ان سے وہ نصیحت حاصل کریں اور طریقہ سیکھیں کہ کس طرح تربیت کرنی ہے۔

بہت سارے نوجوان ہیں جن بے چاروں کو ہمارے پرانے روایتی آداب کا علم بھی نہیں ہے اور یورپ میں یہ ایک بڑا اچھا موقع ہوتا ہے اجتماع کے وقت وہ شکلیں دکھانے لگ جاتے ہیں جو عام حالات میں ویسے نظر بھی نہیں آتے بعض۔ اب تو خدا کے فضل سے غیر معمولی فرق پڑ چکا ہے۔ وہ چہرے جو شروع میں مجھے کبھی کبھی دکھائی دیتے تھے اب وہ کثرت سے دکھائی دینے لگے ہیں

اور جو نہیں دکھائی دیتے تھے وہ دکھائی دینے لگ گئے ہیں اور دن بدن اللہ تعالیٰ اس لحاظ سے بھی جماعت بڑھا رہا ہے کہ جو جماعت کہلاتی تھی اور عملاً نہیں تھی وہ پھر جماعت بن گئی ہے اور علاوہ ازیں اضافہ ہو رہا ہے بڑی کثرت کے ساتھ غیروں میں سے۔

اس پہلو سے بھی نظام تربیت کا قائم کرنا ضروری ہے کہ نئے آنے والے تربیت کے محتاج ہیں اور نئے آنے والوں سے جو سلوک کیا جاتا ہے وہ سلوک کرنے والے تربیت کے محتاج ہیں۔ بسا اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ ایک نیا آنے والا اپنے آپ کو اجنبی محسوس کرتا رہتا ہے اور اس کے گردو پیش کہ جو لوگ ہیں وہ شاید یہ سمجھ کر کہ ہمارا واقف نہیں ہے اس کی طرف توجہ نہیں کرتے، اس سے اس کی زبان میں گفتگو کی کوشش نہیں کرتے، اس کو اعزاز دینے کی کوشش نہیں کرتے حالانکہ تالیف قلب کا جو مضمون قرآن کریم میں بیان ہوا ہے اس کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ صرف مال خرچ کروان پر۔ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرہ:۴) کے تابع جو کچھ تمہیں خدا نے عطا کیا ہے نئے آنے والوں پر وہ خرچ کرنا چاہئے، حسن خلق کا مظاہرہ کرنا چاہئے، نرمی محبت اور پیار سے ان لوگوں کے دل جیتنے چاہئے، ان کو اعزاز دینا چاہئے وہ محسوس کریں کہ ہم ایسی جگہ آئے ہیں جہاں ہمارے ساتھ غیر معمولی تکریم کا معاملہ کیا جارہا ہے، عزت کے ساتھ پیش آیا جارہا ہے۔

تو ہر نئے چہرے کو جب آپ دیکھتے ہیں اس کے ساتھ کس طرح حسن سلوک کرنا ہے اگر اس کی زبان نہیں آتی تو کیا کرنا چاہئے۔ اس قسم کے معاملات میں باقاعدہ تربیت دینے کی ضرورت ہے اور ناظم تربیت کو چاہئے کہ وہ امام صاحب سے، ہمارے عطاء المجیب راشد صاحب سے اچھی طرح معاملہ سمجھ کر پھر آگے اپنے کارکنان کو سمجھائیں۔ پھر بعض بیہودہ حرکتیں ہو رہی ہوتی ہیں، غیر ذمہ دارانہ غلط جگہ چیزیں پھینکی جارہی ہیں، بلا وجہ شور کیا جارہا ہے، بہت سارے بداخلاقی کے مظاہر ہیں جو ان ملکوں میں اجنبی نہیں اور عام گلیوں میں اس سے بہت کچھ زیادہ بھی ہو جائے تو اسے بداخلاقی سمجھا ہی نہیں جاتا لیکن ہمارے اجتماع کی ایک اپنی شان ہے، اس کی اپنی روایات ہیں۔ ان کے پیش نظر نوجوانوں کو بتانا چاہئے کہ میاں! باہر جا کے تم ان جیسے بنتے رہے بھی ہو تو کم سے کم یہاں تو ہمارے جیسے بننے کی کوشش کرو۔ تم ہی لوگوں کا محاورہ ہے کہ جب روم میں جاؤ تو رومنز (Romans) کی طرح رہنا سیکھو۔

تو کم سے کم جب تم احمدی اجتماع میں آتے ہو تو احمدی روایات کی پابندی کرو۔ ان میں ایک سر ڈھانکنا بھی ہے، ان میں پبلک (Public) جگہوں پہ سگریٹ نوشی سے پرہیز بھی شامل ہے اور بھی بہت سی پرانی روایات ہیں جن کو ہم وہیں چھوڑ آئے ہیں جہاں سے ہم چلے تھے اور یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرے ملکوں میں ان کو منتقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے حالانکہ ضرورت ہے۔ پوری تصویر من وعن جو مرکز میں بنتی چلی آئی ہے اس کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے، اس تصویر کو امانت سمجھتے ہوئے ان لوگوں تک پہنچانا ضروری ہے جن کا حق ہے کہ یہ امانت ان کو ملے۔ **اسی لئے تمام دنیا میں جہاں جہاں بھی احمدی جلسے ہوتے ہیں وہاں ایک ناظم تربیت مقرر ہونا چاہئے جو روایات کا بھی نگران ہو اور ان روایات کو نئی نسلوں تک یا نئے آنے والوں تک منتقل کرے۔** ان نئے آنے والوں کو پیار سے سمجھانا ہے کہ یہ بات یوں نہیں کی جاتی یوں کی جاتی ہے بہت سے کام ہیں ایسے ایک بڑا اہم شعبہ ہے جس کو رائج کرنے کی ضرورت ہے۔

ایک اور پہلو سے مجھے جہاں تک یاد ہے میں نے جائزہ لیا تھا کہ کون کون کارکن اب تک مقرر ہو چکے ہیں۔ اس جائزے کے بعد میں سمجھتا ہوں ایک اور پہلو سے بھی ترمیم کی گنجائش ہے۔ مجھے نومسلموں کے نام اس میں بہت کم نظر آئے حالانکہ تربیت دینے کا بہترین طریق یہ ہوتا ہے کہ ان کے اوپر ذمہ داری ڈالیں۔ اگر کوئی شخص ذمہ داری سے باہر ہو تو بالعموم وہ تنقید کی نظر سے انتظام کو دیکھ رہا ہوتا ہے، جب وہ ذمہ داری سنبھال لیتا ہے تو لوگ اس کو تنقید کی نظر سے دیکھ رہے ہوتے ہیں پھر اس کو اپنا دفاع کرنا پڑتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ کیا مشکلات ہیں ان کاموں کے سلسلے میں۔ وہ جانتا ہے کہ ان ذمہ داریوں کو ادا کرنا آسان کام نہیں باہر بیٹھے دور کی نظر کی ڈالتے ہوئے تنقید کرنا اور بات ہے، شامل ہو کر ایک محنت کرنا اور اپنے انتظام کو بہتر بنانا ایک بالکل اور چیز ہے۔ تو اس لحاظ سے بھی ان کی تربیت ہو گی دوسرے انہوں نے پھر آگے کام سنبھالنے ہیں۔ یہ یونہی مفروضہ ہے کہ بعض علاقوں میں پاکستانی اکثریت میں ہی رہیں گے یعنی پاکستان سے آئے ہوئے احمدی۔ اگر پاکستان سے آئے ہوئے احمدی اپنا فرض شروع سے ہی ادا کر رہے ہوتے تو اب تک یہ ایک بہت معمولی اقلیت بن چکے ہوتے اور جن ممالک میں ادا کیا ہے وہاں ہیں ہی بہت معمولی اقلیت۔ افریقہ میں غانا میں دیکھیں، آپ سیرالیون میں دیکھیں، نائجیریا میں دیکھیں، لائبیریا میں دیکھیں اسی طرح بہت

سے ممالک اور ہیں وہاں پاکستانی احمدی جنہوں نے جا کر ان کو اسلام سکھایا اور احمدیت کا پیغام دیا وہ ایک بالکل معمولی اقلیت ہیں اور سارے انتظام ان لوگوں نے ہی سنبھالنے ہیں اور اب دن بدن ان پر زیادہ ذمہ داریاں ڈالی جارہی ہیں۔ اس لئے ابھی سے ان کی تربیت کریں آخر انہوں نے اپنے کام خود اپنے ہاتھوں میں لینے ہیں اور اس پہلو سے مختلف انتظامات میں ان کو اس طرح شامل کرنا چاہئے کہ کبھی ایک انتظام سے ان کو واقفیت ہو جائے کبھی دوسرے انتظام کی واقفیت ہو جائے۔

پہلے انگلستان میں عموماً یہ رواج تھا اور غالباً اب بھی ہوگا کہ فیکٹریوں کے بڑے بڑے امیر مالک اپنے بچوں کو فیکٹریوں میں اس قسم کی ملازمتیں دلواتے تھے شروع میں کہ بطور مزدور بھی وہ کام کرے، بطور داروغہ بھی کام کرے، بطور چوکیدار بھی کام کرے۔ غرضیکہ جتنے معمولی چھوٹے موٹے کاموں کے شعبے ہیں ان میں سے وہ ان کو پھراتے تھے پھر درجہ بدرجہ اوپر کی طرف بھی لے کر بڑی تیزی کے ساتھ، یہ نہیں کہ مزدور کی طرح بے چاروں کی اکثر زندگی اپنی ختم ہو جائے لیکن تھوڑا تھوڑا نمونہ ان کو چکھاتے تھے کہ یہ ہوتی ہے مزدوری، اس طرح داروغگی کی جاتی ہے، اس طرح چوکیداری کی جاتی ہے۔ اس تربیت کے بعد جب وہ آگے نکل کر اپنے کاموں کو سنبھالتے تھے تو بہت بہتر مینیجر ثابت ہوتے تھے۔

آج کل میں جانتا نہیں کہ یہ ہے کہ نہیں لیکن ہے بہت عمدہ طریق اور جماعت احمدیہ میں خود بخود رائج ہے، ہمیشہ سے رائج ہے۔ کبھی یہ نہیں ہوا کہ کسی بڑے وکیل کا، کسی بڑے شخص کا بیٹا از خود ہی بڑا بن گیا ہوا انتظام میں۔ سارے بچپن سے، چھوٹی عمر میں ہی چھوٹے چھوٹے انتظاموں میں تربیت پا کر اوپر نکل رہے ہوتے ہیں آہستہ آہستہ اور پھر وہی ترقی پاتا ہے جو صلاحیت رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے ان قوموں کی تربیت ضروری ہے۔ ان میں سے جہاں تک ممکن ہو ہر ایک کو زیادہ سے زیادہ شعبوں کی تربیت بھی دیں تا کہ اجتماعی انتظامی صلاحیت بھی ان کے اندر پیدا ہو۔

دوسرا اس ضمن میں یہ پہلو خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ اس دوران نمازوں کی نگرانی کی جائے اور جب نمازیں کھڑی ہو جاتی ہیں اس وقت نظر ڈالیں کہ کوئی بچہ کوئی نوجوان بغیر نماز کے باہر نہ ہو، جو ڈیوٹی پر ہے وہ تو ڈیوٹی پر ہے اس کو خدا تعالیٰ نے مستثنیٰ فرمایا ہے لیکن اس کے علاوہ کوئی شخص بھی ایسا نہ رہے جو نماز میں شامل نہ ہو اور اذان کے وقت سے ہی یہ نصیحت شروع ہو جانی چاہئے۔ جو

دوست کھڑے گپّیں مار رہے ہیں ان کو کہا جائے کہ آپ تیاری کیوں نہیں کرتے۔آپ کا وضو اگر نہیں ہے تو پھر آپ کو وضو کرنا چاہئے۔ پیار اور محبت کے ساتھ آہستہ آہستہ یہ تربیت کرنی شروع کریں۔عموماً گزشتہ تجربے سے بھی یہی پتا چلتا ہے کہ اللہ کے فضل سے نماز کا معیار کافی بلند ہے لیکن یورپ میں صبح کی نماز کا معیار بہت گرا ہوا ہے۔ باقی جگہوں میں بھی پاکستان میں بھی یہ معیار گرتا رہتا ہے پھر اس کو کوشش کر کے اونچا کیا جاتا ہے کیونکہ نیند کے غلبے کے وقت ہوتے ہیں بعض لیکن یورپ میں اور شمالی یورپ میں خصوصیت کے ساتھ اس کا موسم سے بھی تعلق ہے۔ راتیں بہت چھوٹی ہو جاتی ہیں بعض اوقات اور سارا دن کام کے بعد رات کو خصوصاً وہ لوگ جو دیر سے سونے کے عادی ہیں پھر صبح اُٹھ نہیں سکتے۔

اس لئے صبح کی نماز کا خاص اہتمام کرنا چاہئے اور اس روایت کو یہاں منتقل کرنا چاہئے جو بہت ہی پیاری روایت ہے کہ اذان سے بھی پہلے درود پڑھنے والے بچوں کی پارٹیاں **صل علیٰ** کے گیت گاتے ہوئے پھریں اور کثرت کے ساتھ وہاں **صـــل عـــلیٰ** کا شور بلند ہو۔ وہ روایتی نغمے جو آنحضرت ﷺ کے عشق اور مدح میں گائے جاتے ہیں ان کی آوازیں یہاں اسلام آباد میں بھی سنائی دیں۔ وہ اسلام آباد جو وہاں پاکستان میں ہے مجھے نہیں پتا وہاں یہ نغمے سنائی دیتے ہیں کہ نہیں لیکن جو سنانے والے ہیں ان تو اس جرم میں قید کر لیا جاتا ہے اور جو نہیں سنانے والے وہ ہم جانتے ہیں کہ ان کو عادت ہی نہیں ان باتوں کی۔تو اس روایت کو یہاں زندہ کریں اور ہر دنیا کے ملک میں جہاں جہاں جماعت کے اجتماعات ہوں وہاں اس شاندار روایت کو زندہ کریں اور قائم کریں اور انگریز بچوں کو عادت ڈالیں ان کی زبان سے آپ کو بہت پیارے لگیں گے یہ نغمے اور جو افریقین ہیں وہ افریقین بچوں کو عادت ڈالیں۔ان کی زبان سے یہ نغمے بہت پیارے لگیں گے اور اسی طرح جرمن جو ہیں وہ جرمن بچوں کو عادت ڈالیں، ان کی اگلی نسلوں کو ساتھ شامل کریں۔اس سے انشاء اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں کو بچپن ہی سے جماعتی روایات کا علم ہوگا، اس سے وابستہ ہونے کی عادت پڑے گی بلکہ وابستہ ہونے کا لطف حاصل ہونا شروع ہو جائے گا۔

اس ضمن میں جو بیرونی مہمان ہمارے آرہے ہیں ان کو بھی کچھ کام ضرور دیں کیونکہ بہت سے ایسے ملکوں سے آتے ہیں جہاں ان کے لئے انتظام میں شامل ہونا ممکن نہیں ہوتا تو کچھ نہ کچھ کام ان کو دیا جائے تو وہ شوق سے قبول کریں گے اور جماعت سے پہلے کی نسبت زیادہ وابستگی محسوس

کریں گے۔ عرب ہیں بہت سے آنے والے اس دفعہ خدا کے فضل سے یورپ سے بھی اور عرب ممالک سے بھی ان کو بھی کام میں شامل کرنا چاہئے محض مہمان بنا کر نہ ان کو رکھا جائے۔ جماعت میں تو یہ تشخص واضح طور پر الگ الگ کرنا ممکن ہی نہیں ہے کہ میزبان کون ہے اور مہمان کون۔ ایک پہلو سے ہم سارے میزبان ہیں، ایک پہلو سے ہم سارے مہمان ہیں، ایک پہلو سے ہم وہ ہیں جن کی نگرانی ہو رہی ہے، ایک پہلو سے ہم وہ ہیں جنہیں نگران بنایا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے:۔ تَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (الحج: ۷۹) تا کہ تم سارے تمام بنی نوع کے اوپر نگران بن جاؤ اور تم سب پر اللہ کا رسول نگران بنا دیا گیا ہے اور اللہ کا رسول براہ راست خدا کی نگرانی کے تابع ہے۔

یہ ہے مضمون جو نیچے سے شروع ہو کر اوپر تک پہنچتا ہے۔ امت محمدیہ ایک پہلو سے نگران بھی ہے اور ایک پہلو سے وہ بھی ہے جس کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ نگران ہے وہ غیروں پر اور اس کی نگرانی حضرت محمد مصطفی ﷺ اور آپ کی تعلیم کر رہی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کوئی رات تم پر یہ گواہی نہ دے کہ تم نے فلاں فلاں حکم کی خلاف ورزی کی اور قرآن تم پر گواہی نہ دے اور سنت تم پر گواہی نہ دے۔ یہ محاورے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رائج کئے ہیں اسلامی علم کلام میں کہ قرآن گواہی دے اور حدیث گواہی دے، قرآن گواہی نہ دے اور حدیث گواہی نہ دے یعنی محاورے تو پہلے بھی اس طرح آئے ہیں لیکن جس شان کے ساتھ اس مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باندھا ہے اور کسی بزرگ کی تحریروں میں آپ کو یہ نہیں ملے گا۔

پس یہی وہ مضمون ہے ایک پہلو سے ہم سب نگران ہیں اور ایک پہلو سے جب ہم عَلَى النَّاسِ کہتے ہیں یا للناس کہتے ہیں تو ہر مسلمان دوسرے مسلمان کی نگرانی میں بھی آ جاتا ہے اور اس نگرانی کے لحاظ سے وہ آنحضرت ﷺ کا نمائندہ اور آپ کا امین بنتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی شہادت کی قائم مقامی کر رہا ہوتا ہے۔ اس پہلو سے نگران بنتا ہے کہ کوئی سنّت پر عمل کر رہا ہے کہ نہیں، کوئی قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کر رہا ہے کہ نہیں۔

تو آپ سب نگران بن جاتے ہیں اور آپ سب وہ ہیں جن کی نگرانی ہو رہی ہے۔ اس

لئے جب آپ کی نگرانی کی جائے تو آپ کو شکوے کا کوئی حق نہیں۔قرآن کریم کا حکم ہے، سنّت محمد مصطفی ﷺ ہے اور یہ تعلیم کئی رنگ میں کھولی گئی ہے قرآن کریم میں۔اس لئے جن کی نگرانی کی جاتی ہے وہ نصیحت کرنے والے کی نصیحت پر نہ بدکیں، نہ اس پہ ناراض ہوں کیونکہ نصیحت کرنے والا مجبور ہے۔خدا نے اسے نگران بنایا ہے اور تمام بنی نوع انسان پر ہے، اس میں آپ بھی شامل ہیں اور خصوصاً آنحضرت ﷺ کی نمائندگی میں تو ہر مسلمان کا فرض ہے۔پھر آپ اگر نگرانی اس کی کرتے ہیں تو اس کو شکوے کا کوئی حق نہیں اگر وہ نصیحت میں بے وقوفی سے کام لیتا ہے، تلخی سے کام لیتا ہے جو حسن خلق کے تقاضے ہیں ان پر پورا نہیں اترتا تو جن کو نصیحت کی جارہی ہے ان کا کام ہے طعن کی بجائے پیار اور محبت اور ادب کے ساتھ اس کو سمجھائیں کہ نصیحت یوں نہیں یوں کرنی چاہئے۔اگر آپ اس طرح کریں تو اور بھی زیادہ آپ کی بات میں حسن پیدا ہو جائے گا اور بھی زیادہ آپ کی بات میں وزن پیدا ہو جائے گا، دل سے نکالیں بات کو تا کہ دل میں اترے۔اس قسم کی چند باتیں اگر آپ جواباً کہیں تو قرآن کریم اس کا بھی آپ کو حق دیتا ہے۔

تو یہ معاشرہ جو ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ سے ورثے میں پایا یہ ان قوموں کی امانت ہے، ان تک پہنچانا ہمارا فرض ہے۔اس لئے اس جلسہ سالانہ پر اگرچہ یہ عالمی جلسہ نہیں ہے جماعت کا لیکن چونکہ خلیفہ وقت یہاں موجود ہے اس لئے اس کو ایک رنگ میں عالمی حیثیت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔UK کے جلسے پر کہاں ہزاروں کی تعداد میں لوگ آیا کرتے تھے کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا تھا، کسی کے علم میں بھی نہیں ہوا کرتا تھا کہ UK کا جلسہ ہوتا بھی ہے کہ نہیں لیکن اب آپ دیکھیں کہ ساری دنیا سے کھچے کھچے چلے آتے ہیں لوگ اور بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کہ بڑی بڑی قربانیاں کر کے پیسے جوڑ جوڑ کے، دعائیں کر کر کے بعض اپنی چیزیں بیچ دیتے ہیں یہاں پہنچنے کے لئے۔

اس لئے اس جلسے کو ایک غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔اس پہلو سے بھی ان روایات کو یہاں زندہ کرنا ضروری ہے کہ آنے والے آپ سے توقع بھی یہ رکھیں گے۔جو تشنگی لے کے چلیں گے وہ پوری ہونی چاہئے اور یہاں کی جماعت کو خدا نے توفیق بخشی ہے کہ غیر معمولی بوجھ اٹھایا ہے اس جماعت نے اور بڑی عمدگی کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو نبھایا ہے اور نبھاتی چلی جارہی ہے بغیر

تھکے ہوئے۔ تو اس میں اگر اور حسین پہلوؤں کا اضافہ ہو جائے تو آپ کی خدمتیں اور بھی زیادہ قبولیت کا رنگ پا جائیں گی اور بھی زیادہ اللہ تعالیٰ سے انعام پانے کی مستحق قرار دی جائیں گی۔ اس لئے اس جلسے کو زیادہ سے زیادہ پہلوؤں سے اور زیادہ سے زیادہ شدت کے ساتھ روایتی، بہترین جماعتی مرکزی جلسوں کا نمائندہ بنانے کی کوشش کریں۔

ایک پہلو جس پر جہاں بھی میں منتظم رہا ہوں ہمیشہ زور دیتا رہا ہوں وہ یہ ہے کہ **کارکنوں کو دعا کی طرف توجہ دلانا**۔ جب بھی اس پہلو میں کمی آئے اس کے نتیجے میں انتظام میں بھی اسی حد تک کمی آجاتی ہے، اسی حد تک خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے منتظمین کا کام ہے کہ اپنے شعبے میں ہر جگہ جہاں جہاں ان کے لئے ممکن ہے، جب وقت ملتا ہے پیار کی بات کرنے کا نصیحت کی بات کرنے کا وہ اور امور کے علاوہ دعا کی طرف توجہ دلائیں اور ان کو بتائیں کہ دعا کے نتیجے میں غیر معمولی فرق پڑتا ہے عملاً پڑتا ہے تم پڑتا ہوا دیکھو گے اپنی آنکھوں سے۔

اس لئے کوئی فرضی قصہ نہیں ہے یہ سب سے زیادہ ٹھوس حقیقت ہے اس زمانے کی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عظیم ترین احسان یہ ہے کہ آپ نے دعا کے مضمون کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ کہاں دعا کی اتنی باتیں ہوتی ہیں دنیا میں جتنی جماعت احمدیہ میں ہوتی ہیں؟ ملتے، الگ ہوتے، خط لکھتے، خط وصول کرتے ہوئے ہر جگہ دعا کا مضمون آپ کو ملے گا اور احمدیوں کے منہ سے خود بخود نکلتا ہی رہتا ہے دعا کا کہ دعا کریں، دعا کریں۔ بس ایسا محاورہ جاری ہوا ہے اور یہ محاورہ پہلے خدا کے فضل کے ساتھ دوسرے مسلمانوں میں بھی تھا لیکن رفتہ رفتہ اٹھتا جا رہا ہے۔ جب قبولیت کی سعادت ان کو نصیب نہیں ہوئی تو اسلام کی دیگر برکتیں بھی آہستہ آہستہ ان سے اٹھ رہی ہیں، اسلام کی ٹھنڈی چھاؤں کا سایہ ویسا نہیں رہا ان کے اوپر۔ آپ دیکھ لیں پاکستانی معاشرہ کس تیزی کے ساتھ بدی کا شکار ہوتا چلا جا رہا ہے، تسکین سے محروم ہوتا چلا جا رہا ہے، بے چینیاں بڑھ رہی ہیں۔ ان تمام امور کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ اسلام کے ٹھنڈے سائے سے محروم ہو رہے ہیں اور انہوں نے وقت کے امام کا انکار کر دیا ہے اس لئے وہ برکتیں جو اسلام کی برکتیں ہیں وہ اب ان پر اس طرح جاری نظر نہیں آتیں جس طرح ایک سچے سعادت مند مسلمان کی ذات میں وہ جاری ہونی چاہئیں۔ بہر حال یہ ایک تفصیلی الگ مضمون ہے۔

آپ کے اندر یہ برکتیں دکھائی دینی چاہئیں، آپ کے اندر دعا کا مضمون بھی نہ صرف ذکر کے طور پر جاری رہنا چاہئے بلکہ عملاً آپ خود بھی دعائیں خلوص کے ساتھ کریں اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس طرح خلوص کے ساتھ دعاؤں کی عادت ڈالیں کہ جب وہ اس جلسے سے جائیں تو بعض خدا کے نشانات کے گواہ بن کر جائیں۔ شاہد میں ایک یہ بھی مضمون ہے۔ شاہد کا لفظ صرف نگران کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ گواہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور اعلیٰ درجے کا شاہد کے اندر یہ مضمون پایا جاتا ہے کہ وہ خدا کی قدرت کے گواہ ہیں، خدا کی نصرت کے گواہ ہیں اور وہ دنیا میں یہ گواہیاں دیتے پھرتے ہیں۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ تمام انبیاء کے گواہ بنائے گئے، تمام انبیاء پر گواہ بنائے گئے، ان کے لئے گواہ بنائے گئے یہ دونوں مضمون قرآن کریم میں ملتے ہیں۔

تو اس طرح شامل ہوں کہ خدا کی قدرت کے نشان، خدا کے پیار اور قرب کے نشان دیکھیں اور پھر باہر جا کر اپنے ملکوں میں جائیں گے یا اپنے شہروں میں جائیں گے تو آپ بتائیں کہ دیکھو ہم جلسے میں شامل ہوئے تھے اس اس طرح مشکل پڑی، اس طرح ہم نے دعا کی، اس طرح اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔ اس کثرت کے ساتھ یہ واقعات رونما ہوتے ہیں کوئی نئی بات نہیں ہے کہ آپ اگر دعا سے کام لیں گے تو ان کو اپنی آنکھوں سے ہوتا دیکھنا شروع کر دیں گے دوبارہ۔

اس لئے دعا کے اوپر بھی خاص زور دیں۔ میں کوشش یہ کر رہا ہوں کہ جو باتیں بالعموم بار بار کی جا چکی ہیں وہ اگر ساری دہرائی جائیں تو بہت لمبا خطبہ ہو جائے گا اس لئے بعض پہلو جو گزشتہ ہدایتوں میں سے رہ گئے تھے ان پر زیادہ زور دوں۔

ایک اور پہلو ہے جس کی طرف میں خصوصیت سے توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جو نو مبائع ہیں باہر سے آنے والے اور نوجوان ان سے ڈیوٹیاں لیتے وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ جلسے کا اعلیٰ اور اصل مقصد دینی تربیت ہے۔ ڈیوٹی ادا کرنا اور خدمت بجالانا بھی ایک دینی تربیت ہے لیکن اس سے بڑھ کر اعلیٰ دینی تربیت عبادت کرنا اور ان نیک باتوں کو سننا ہے جن کی خاطر جلسہ منعقد کیا جاتا ہے۔ تو ان سے ڈیوٹیاں لیتے وقت اس بات کو خیال رکھیں کہ ان کا حق ہے کہ نہ یہ نمازوں سے محروم رہیں ڈیوٹیوں کی وجہ سے، نہ یہ جلسے سے محروم رہیں کیونکہ بعض لوگوں کو بہر حال قربانی کرنی ہوگی کیونکہ نہ نماز کے وقت، نہ جلسے کے وقت یہ ممکن ہوتا ہے کہ سو فیصدی آدمی حاضر ہو جائیں۔ اس

لئے وہ جو نسبتاً بڑی عمر کے ہیں زیادہ تربیت یافتہ ہیں جو بار بار جلسے سن چکے ہیں ان کو چاہئے کہ یا انتظام کو چاہئے کہ ایسا انتظام کرے کہ **نمازوں کے وقت نو مبائعین اور نوجوانوں کو ڈیوٹی سے سہولت دے دی جایا کرے اور وہ نمازوں میں شامل ہوا کریں** اور جلسوں کے وقت ان کو ڈیوٹی سے سہولت دے دی جایا کرے اور وہ جلسے میں شامل ہوا کریں۔

ایک اور پہلو بھی اس کا ہے جس سے ہم مرکز میں فائدہ اٹھاتے رہے ہیں کہ بعض انتظامات جہاں سے الگ ہونا ممکن نہیں وہاں لاؤڈ سپیکر کا انتظام کر دیا جاتا ہے۔ جہاں تک اس پہلو کا تعلق ہے میرا خیال ہے کہ گزشتہ سال بھی یہاں اس قسم کا انتظام ہوا تھا اور چونکہ لاؤڈ سپیکر کے انتظام کی ٹیم ربوہ سے ہی آتی ہے بیشتر اس لئے ان کو ان سب باتوں کا علم ہے اس لئے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ جہاں جہاں بھی ممکن ہو وہ ایسے چھوٹے لاؤڈ سپیکر مہیا کر دیں کہ جن لوگوں کے لئے انتظام چھوڑ کر جلسوں میں آنا ممکن نہیں وہ وہاں بیٹھے بھی ان جلسوں کو سن سکیں۔

آخری بات یہ میں کہوں گا کہ حسن خلق کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ نہ آپ کو خلق لینے کے لئے پیسے خرچ کرنے پڑتے ہیں اور نہ جس کو آپ خلق عطا کرتے ہیں، اپنے خلق کی لذت بخشتے ہیں اس کو اس خلق کے لئے کوئی پیسے خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ اس لئے یہ بہت ہی ضروری ہے کہ انتظامات میں **حسن خلق پر بالعموم زور دیا جائے**۔ آنے والوں سے محبت اور پیار کا سلوک کریں اور روز مرہ اپنے عام عادات میں یہ بات داخل کر دیں کہ آپ نے خوش کرنا ہے کسی کو۔ خوش کرنے میں تو کوئی محنت زیادہ نہیں کرنی پڑتی بلکہ حقیقت میں یہ ایک نفسیاتی نکتہ ہے کہ خوش کرنے والا خوش ہوئے بغیر کسی کو خوش کر ہی نہیں سکتا۔ یہ یاد رکھیں اگر آپ خوش کریں گے تو اسی دوران آپ خوش ہوں گے ضرور۔ کسی کو ہنسانے کی کوشش کر رہے ہوں تو اگر آپ اندر سے پہلے رو بھی رہے تھے تو اس دوران میں آپ کے اندر ایک بشاشت پیدا ہو جائے گی۔ اندرونی نفسیاتی تبدیلی کے بغیر بیرونی نفسیاتی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔

اس لئے حسن خلق کا ایک بہت بڑا پھل جو ساتھ ساتھ انسان کو عطا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ دوسروں کو خوش کرنے کی خاطر خود بخود خوش ہوتا چلا جاتا ہے اور ایک خلیق آدمی بہت بہتر زندگی گزار رہا ہوتا ہے ایک بدخُو آدمی کے مقابل پر۔ بدخُو آدمی دوسروں کو بھی تکلیف پہنچا رہا ہوتا ہے اور خود بھی مسلسل تکلیف میں مبتلا رہتا ہے۔ ایک عذاب میں ہر وقت جلتا رہتا ہے، کُڑھتا رہتا ہے، غصے میں

گھلتا رہتا ہے اور کچھ بے چارے کی پیش نہیں جاتی ، اپنے لئے بھی عذاب دوسروں کے لئے بھی عذاب ، یہ کیا زندگی ہے؟ ایک بااخلاق انسان خود بھی ہمیشہ تر و تازہ رہتا ہے خوش رہتا ہے دوسروں کو بھی خوش کرتا رہتا ہے۔ اس لئے **ایسا پھول بنیں جس کے اندر رنگ بھی ہو اور خوشبو بھی ہو**، اپنے لئے بھی ہو اور غیروں کے لئے بھی ہو اور اس معیار کو بلند کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہو اور ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم آنے والوں کے حقوق ادا کریں اور حقوق سے بڑھ کر ادا کریں اور آنے والوں کو توفیق بخشے کہ وہ یہاں مقامی لوگوں کے اور مہمان نوازوں کے حقوق ادا کریں اور بلکہ حقوق سے بڑھ کر ان سے حسن سلوک کا معاملہ کریں۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا۔

نمازِ جمعہ کے بعد دو مرحومین کی نمازِ جنازہ غائب ادا کی جائے گی۔ ایک تو ہمارے حیدرآباد کے ایک مخلص خاندان کے چشم و چراغ سیٹھ محمد معین الدین صاحب مرحوم کی اہلیہ مکرمہ محمودہ بیگم صاحبہ کی وفات کی اطلاع ملی ہے یہ دل کے دورے کی بناء پر وفات پا گئی ہیں۔ یہ ہمارے سلسلہ کے ایک بہت بڑے بزرگ اور بہت ہی ایک معزز ہندوستان کے خاندان کے فرد مولانا ذوالفقار علی خان صاحب کی صاحبزادی تھیں یعنی مولانا عبدالمالک خان صاحب کی ہمشیرہ تھیں اور سیٹھ محمد معین الدین صاحب جو حیدرآباد دکن کے ایک معزز مخلص احمدی خاندان کے فرد تھے ان کی بیگم تھیں۔ اس سے دو تین جمعہ پہلے کی بات ہے ہم نے سیٹھ معین الدین صاحب کے بڑے بھائی کی بیگم ، بڑی بھابھی جن کو ہم کہتے تھے، ان کی نماز جنازہ بھی پڑھائی تھی۔ اوپر تلے ان دو بھائیوں کی بیویاں قریباً تھوڑے وقفے سے ہی جدا ہوئی ہیں۔ ان کو ہم بڑی بھابھی کہا کرتے تھے ان کو چھوٹی بھابھی اور دونوں کے ساتھ بچپن سے ہی ہمارے خاندان کا گہرا تعلق ، ہمارے ہاں ہی آکر جلسے میں قیام کیا کرتے تھے۔

پرانے زمانے میں یہ بھی روایت تھی ابھی بھی یہاں بھی شاید چل پڑی ہوگی کہ جلسے پر جو مہمان آیا کرتے تھے وہ روایۃً پھر بعض گھروں سے متعلق ہو جاتے تھے اور پہلے رشتے نہیں بھی ہوتے تھے تو یہ مہمانی کا رشتہ اتنا زیادہ بڑھ جاتا تھا کہ خون کے رشتوں کی طرح معزز ہو جاتا تھا اور قریبی ہو جاتا تھا اور بہت سے خاندان ایسے تھے جن کے ساتھ ہمارے تعلقات محض جلسے کی مہمان نوازی کی وجہ سے قائم رہے اور پھر ہمیشہ جاری رہے۔

حلیمہ صادقہ شاہین صاحبہ یہ ہمارے سلسلہ کے ایک بہت مخلص بزرگ مرزا بشیر احمد صاحب لنگر وال والوں کی بیٹی تھیں اور ہمارے ایک مربی سلسلہ صفی الرحمٰن صاحب خورشید کی ہمشیرہ نسبتی تھیں۔ تو یہ بھی اچانک ان کی وفات کی اطلاع ملی ہے، زیادہ بڑی عمر نہیں تھی ان کے چھوٹے بچے ہیں۔ ان دونوں کے لئے نماز جنازہ کے علاوہ بھی مغفرت کی دعا کرتے رہیں۔